خطبہ نمبر

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 09 اگست 2021ء | 29 ذوالحج 1442 ہجری قمری | جلد: 3 | شمارہ: 187

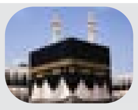

ارشاد باری تعالیٰ

وَّ الْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۸﴾

(الحاقۃ: 18)

ترجمہ:۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ (فرشتے) اٹھا رہے ہوں گے۔

فرمان خلیفہ وقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سورۃ مؤمن میں فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (المؤمن: 8) کہ وہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے گرد ہیں وہ اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب تو ہر چیز پر رحمت اور علم کے ساتھ محیط ہے۔ پس وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی پیروی کی ان کو بخش دے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

یہاں عرش کو اٹھائے ہوئے سے مراد فرشتے ہیں۔سورۃ اَلْحَآقَّۃ میں واضح طور پر فرشتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ قیامت کے دن وہاں آٹھ فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بہر حال یہاں عرش اٹھانے والوں سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں یا وہ صفات ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرشتے مامور کئے گئے ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں یعنی ربّ ہے رحمٰن ہے رحیم ہے اور مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے۔ جو اس دنیا میں انسان کے کام آتی ہیں۔ بنیادی صفات پر جو ایمان لانے والے ہیں اور ایمان لانے کے بعد توبہ کی طرف توجہ کرنے والے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور نیک اعمال بجالانے والے ہیں ان کے لئے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں خاص طور پر وہ فرشتے جن کے ذمہ خدا تعالیٰ نے ان صفات کو انسانوں پر جاری کرنے کے لئے لگایا ہے۔ ہر فرشتہ جس کے ذمہ متعلقہ صفت ہے خدا تعالیٰ سے اس صفت کے حوالے سے دعا کرتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے بخشش طلب کرتا ہے جو ایمان لانے کے بعد پھر اس کوشش میں ہیں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور ہمیشہ توبہ کرتے ہوئے اور نیک اعمال بجالاتے ہوئے اس قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں اور شیطان کے حملوں سے بچے رہیں۔ اسی طرح جو ان فرشتوں کے ماتحت فرشتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کا جو نظام ہے اس میں ماتحت فرشتے بھی ہیں ان صفات کو جو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں ان کے نیچے جو کام کر رہے ہیں وہ بھی ان بندوں کے لئے بخشش طلب کر رہے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں گویا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے اعمال کو زیادہ سے زیادہ اجر دینے کے لئے اپنے فرشتوں کے نظام کو بھی متحرک کیا ہوا ہے کہ میرے ان بندوں کے لئے بخشش طلب کرتے رہو جس سے جہاں ان کے اجر بڑھتے رہیں گے وہاں ان کو ان فرشتوں کی بخشش مانگنے کی وجہ سے ہمیشہ نیک اعمال اور توبہ کی توفیق بھی ملتی رہے گی۔ بندہ جو ہے لغزشوں اور غلطیوں سے پُر ہے۔ اگر لغزشیں ہوتی رہیں اور کہیں غلطی سے عارضی ٹھوکر لگ جائے، جان بوجھ کر انسان غلطیاں نہ کرتا چلا جائے تو یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کو اس کی رحمت کا واسطہ دے کر کہتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے علم کا واسطہ دے کر کہتے ہیں جو بے کنار ہے، جس کی کوئی حد ہی نہیں ہیں کہ انہیں بخش دے اور آئندہ بھی یہ لوگ تیری پیروی کرتے ہوئے تیری بخشش سے حصہ لیتے رہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 مئی 2009ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دربار خلافت
- حمدِ ربّ العالمین (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

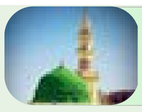

فرمان رسول ﷺ

حامل عرش فرشتہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُذِنَ لِيْ أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِّنْ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهٖ إِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اجازت ملی ہے کہ میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا حال بیان کروں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، اس کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو برس کی مسافت ہے۔

(سنن ابو داؤد۔کتاب السنۃ باب فی الجَهْمِيَّةِ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

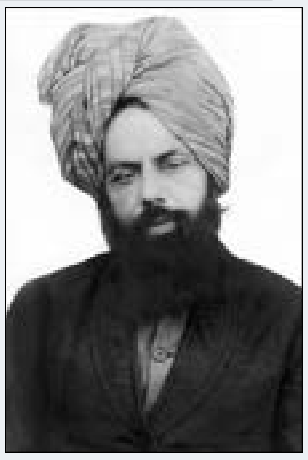

دنیا میں چار فرشتے اور آخرت کو آٹھ فرشتے عرش کو اٹھائیں گے

ایک اور اعتراض مخالف لوگ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن شریف کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے جس سے اشارۃ النّص کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں چار فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں اور اب اس جگہ اعتراض یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ تو اس بات سے پاک اور برتر ہے کہ کوئی اُس کے عرش کو اٹھاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تم سن چکے ہو کہ عرش کوئی جسمانی چیز نہیں ہے جو اٹھائی جائے یا اٹھانے کے لائق ہو بلکہ صرف تنزّہ اور تقدّس کے مقام کا نام عرش ہے اسی لئے اس کو غیر مخلوق کہتے ہیں۔ ورنہ ایک مجسم چیز خدا کی خالقیت سے کیونکر باہر رہ سکتی ہے اور عرش کی نسبت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب استعارات ہیں۔ پس اسی سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا اعتراض محض حماقت ہے۔ اب ہم فرشتوں کے اٹھانے کا اصل نکتہ ناظرین کو سناتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے تنزّہ کے مقام میں یعنی اس مقام میں جب کہ اُس کی صفت تنزّہ اُس کی تمام صفات کو روپوش کرکے اُس کو وراء الوراء اور نہاں درنہاں کر دیتی ہے۔ جس مقام کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں عرش ہے تب خدا عقول انسانیہ سے بالاتر ہو جاتا ہے اور عقل کو طاقت نہیں رہتی کہ اُس کو دریافت کر سکے تب اُس کی چار صفتیں جن کو چار فرشتوں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو دُنیا میں ظاہر ہو چکی ہیں اُس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہیں۔ (1) اوّل ربوبیّت جس کے ذریعہ سے وہ انسان کی روحانی اور جسمانی تکمیل کرتا ہے .... (2) دوم خدا کی رحمانیّت...... (3) تیسری خدا کی رحیمیّت ہے...... (4) چوتھی صفت مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے یہ بھی اُس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا دیتا ہے۔ یہ چاروں صفتیں ہیں جو اُس کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں یعنی اُس کے پوشیدہ وجود کا ان صفات کے ذریعہ سے اس دنیا میں پتہ لگتا ہے اور یہ معرفت عالم آخرت میں دوچند ہو جائے گی گویا بجائے چار 4 کے آٹھ 8 فرشتے ہو جائیں گے۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 278، 279)

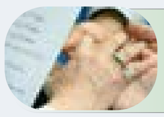

دربارِ خلافت

ہمسایوں سے حسن سلوک کرنے کی تلقین

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

’’…… مغربی ممالک میں عموماً ہر کوئی اپنے میں مگن رہتا ہے ان لوگوں کی ایک زندگی بن گئی ہے کہ اپنا گھر یا اپنے بہت قریبی۔ ہمسائے کا وہ تصور یہاں ہے ہی نہیں جو اسلام نے ہمیں سکھایا ہے۔ یہی اسلام کی خوبی ہے کہ ہر بظاہر چھوٹی سے چھوٹی بات کی طرف بھی توجہ دلا دی اور پھر اس کے نتیجے کے طور پر بڑی بڑی جنتوں کی خبریں دیں تا کہ ہر طرح سے معاشرے میں سلامتی پھیلانے کے لئے ہر مومن کوشش کرے۔ تو جب ان لوگوں سے سلامتی کا پیغام پہنچاتے ہوئے ہم تعلق رکھیں گے، جب ان لوگوں کو یہ پتہ چلے گا کہ یہ لوگ بے غرض ہو کر ان سے تعلق رکھ رہے ہیں، ان کے یہ تعلق ہماری ہمدردی کے لئے ہیں، تو یہ لوگ خوش بھی ہوتے ہیں اور حیران بھی ہوتے ہیں کیونکہ اس کی ان کو عادت نہیں ہے۔ ان باتوں کا، اس خوشی کے اظہار کا، ان کی باتوں اور خیالات سے بڑا واضح پتہ لگ رہا ہوتا ہے۔ اس تعلق کو بڑھانے کی وجہ سے فطرت کی جو آواز ہے۔ اگر نیک فطرت ہے تو فطرت تو ہر ایک سے یہ چاہتی ہے کہ نیکی کا سلوک ہو۔ فطرت کی وہ آواز ان کے اندر بھی انگڑائی لیتی ہے۔ وہ بھی اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے ہمسائے ہمارے سے نیک تعلق کی وجہ سے رابطہ رکھ رہے ہیں۔ کوئی مفاد یا ذاتی منفعت حاصل کرنا ان کا مقصد نہیں ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ اکثریت اس بات پر خوش ہوتی ہے۔

جب سے مَیں نے ان مغربی ممالک کے رہنے والوں کو خاص طور پر ہمسایوں سے اچھے تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلائی تھی، بعض جگہ سے بہت خوش کن رپورٹس آئی ہیں۔ وہی لوگ جو پاکستانی یا ایشین مسلم ہمسایوں سے خوفزدہ تھے جب ان کے یہ تعلق بڑھنے شروع ہوئے، عید، بقرعید پر، ان کے تہواروں پر، جب تحفے ان کی طرف جانے شروع ہوئے تو اس کی وجہ سے ان میں نرمی پیدا ہونی شروع ہوگئی، ان کے خوف بھی دور ہوئے۔ وہی لوگ جو اسلام کو شدت پسند اور امن برباد کرنے والا مذہب سمجھتے تھے اسلام کی سلامتی کی تعلیم سے متاثر ہو رہے ہیں۔ مسجد فضل کے حلقے میں بھی دو سال سے ہمسایوں کو بلا کر ان کی دعوت وغیرہ کی جاتی ہے۔ علاوہ اس ذاتی تعلق کے جو لوگ اپنے طور پر گھروں میں بھی کرتے ہوں گے۔ اس سال بھی جو انہوں نے فنکشن کیا تھا مَیں اس میں شامل ہوا تھا تو مَیں نے ہمسایوں کے تعلق میں جب ان کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کی تو سب نے حیرت اور خوشی سے اس کو سنا اور اس کا اظہار کیا اور شکریہ ادا کیا اور اب تک بھی مختلف حوالوں سے مختلف موقعوں پر ان ہمسایوں کے مجھے خطوط آتے رہتے ہیں، کارڈز بھی آتے رہتے ہیں۔ تو سب ہمسایوں سے حسن سلوک جہاں سلامتی کی ضمانت ہے وہاں اس سے تبلیغ کا بھی بہترین راستہ کھل جاتا ہے۔

اگر ان لوگوں میں مذہب سے دلچسپی نہیں ہے تو کم از کم ایسے لوگوں کے ذہنوں سے اسلام کے خلاف جو زہر بھرا گیا ہے وہ نکل جاتا ہے۔ اگر ہمسائیگی کی وسعت ذہن میں ہو تو پوری دنیا میں سلامتی اور صلح کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ دنیا سے فساد دُور ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہمسائیگی تو 100 کوس تک بھی ہوتی ہے۔ پس آج جبکہ احمدی دنیا کے 185 سے زائد ممالک میں ہیں۔ بعض علاقوں میں شاید تھوڑے ہیں یا زیادہ ہیں۔ اپنے ارد گرد کے 100-100 میل کے علاقے کو بھی اپنی سلامتی کے پیغام سے معطر کر دیں تو دنیا کے ایک وسیع حصے میں اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں، اس کے خلاف جو پُر تشدّد اور ظلم کرنے والا ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے وہ سب داغ دُھل سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو اس عہد کی کوتاہی کر رہے ہوں گے جو ہم نے اس زمانے کے امام سے باندھا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ یکم جون 2007ء)

(الفضل انٹرنیشنل 22/جون تا28/جون2007ء)

حمدِ ربّ العالمین

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالَم آئینہ اَبصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا
تو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اِس عُقدۂ دشوار کا
خُوبرُویوں میں ملاحت ہے ترے اُس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سَو سَو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغِ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دمِ بھی کَل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 06؍اگست 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت مسیح موعودؑ نے مزید فرمایا کہ تم پر میرا حسن ظن ہے اس لیے مہمانوں کی خوب خدمت کرو۔
حضورِ انور نے فرمایا کہ یہی وہ حسن ظن ہے جو آج بھی قائم ہے۔

جلسہ سالانہ کے حوالے سے میز بانوں اور مہمانوں کی ذمہ داریوں کا بیان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا قافلہ ایک بجے ایم ٹی اے کی سکرین پر رونما ہوا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک بج کر چار منٹ پر جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مولانا فیروز عالم صاحب کو ملی۔

خطبہ جمعہ سے قبل حضور انور نے فرمایا کہ سب کرسیوں پر بیٹھے ہیں ضروری نہیں کہ کرسیوں پر بیٹھا جائے۔ جائے نماز پر بھی بیٹھ سکتے ہیں۔جن کو عذر ہے وہ کرسی پر بیٹھ سکتے ہیں۔ جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تو ساتھ ہی جلسہ گاہ میں موجود کرسیوں پر بیٹھے ہوئے افراد تعمیل ارشاد میں کرسیوں کی بجائے زمین پر بیٹھ گئے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج انشاء اللہ جلسہ سالانہ برطانیہ شروع ہو رہا ہے سب سے پہلے میں کہنا چاہوں گا کہ جلسہ کے بابرکت انعقاد کے لیے بہت دعائیں کریں۔شاملین نیکی اور تقویٰ میں زیادہ آگے بڑھیں۔ وبا کی وجہ سے شاملین کی تعداد بہت محدود ہے۔لیکن میں نے سنا ہے کہ گھروں میں اور جماعتی انتظام کے تحت جلسہ سنایا جائے گا۔ بہر حال جو بھی جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ اس سوچ کے ساتھ شامل ہوں کہ گویا وہ جلسہ گاہ میں ہیں۔اور اس وقت کو دعاؤں میں گزاریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ امسال جلسہ کی انتظامیہ کے لیے بھی اور شاملین کے لیے حالات بھی مختلف ہیں۔بعض سہولتیں میسر نہیں ہوں گی۔ اس لیے شاملین ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف نظر سے کام لیں۔حضور انور نے اس حوالہ سے بھی دعاؤں کی طرف خاص توجہ دینے کی تلقین فرمائی۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض کو شکایت تھی کہ شامل ہونے کے لیے جو انتخاب ہوا ہے وہ صحیح نہیں۔حضور انور نے فرمایا کہ جو بھی صورت ہے اگر انتظامیہ کی غلطی بھی ہے تو یہاں بھی صرف نظر کریں اور انتظامیہ کو معاف کر دیں۔

حضور انور نے جلسہ اور مہمان نوازی کے حوالہ سے فرمایا کہ جلسہ سے ایک روز قبل میں عام طور پر مہمانوں اور ڈیوٹی دینے والوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ امسال یہ نہیں ہوسکا اس لیے آج کچھ کہوں گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ مہمان نوازی میں کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہیے اور انتظامیہ کو کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی شکوہ نہ پیدا ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر طبقے کے کارکنان اپنی ڈیوٹیوں اور اپنے کام میں بہت ماہر ہو چکے ہیں اور بڑا کام سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نئے شامل ہونے والوں کو سکھا بھی سکتے ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے فکر نہیں کہ کام آتا نہیں۔ لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مومن کو یاد دہانی کرواتے رہنا چاہیے کہ یہ اس کے لیے فائدہ مند ہے اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ جلسے کا انتظام مختصر ہے اس لیے بعض امور میں لا پروائی کی وجہ سے کمی رہ سکتی ہے۔موسم کی خرابی کی وجہ سے بعض شعبوں کو خاص توجہ کی ضرورت ہے۔مہمان کم ہیں یا زیادہ جلسے پر آنے والے مہمان حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان ہیں ان کی ہمیں مہمان نوازی کرنی چاہیے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مہمان نوازی ایک ایسا خلق ہے جو انبیاء کا ایک خاص وصف ہے۔ پس دینی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ ہمارے اندر یہ وصف نمایاں ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی جب مہمان زیادہ آنے شروع ہوئے ہو تو آپؐ صحابہ میں مہمان بانٹ دیتے اور صحابہ بھی خوشی سے مہمان ساتھ لے جاتے۔ اور صبح جب مہمانوں سے خدمت کا حال پوچھتے تو ہر ایک کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم نے ایسے میز بان نہیں دیکھے جو مہمان نوازی کا حق ادا کرتے ہوں۔ پس یہ اسوہ ہمارے سامنے ہے اور اس زمانے میں جب ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا ہے آپ نے بھی ہمیں اس حوالے سے تلقین فرمائی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اقتباس کے حوالے سے فرمایا کہ اگر مہمان سخت الفاظ بھی استعمال کریں تب بھی ناراض نہ ہوں۔ اگر مہمان احمدی بھی ہو تب بھی سختی کا جواب سختی سے نہ دیں۔ اپنے ہوں یا غیر حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان نوازی کے غیر معمولی نمونے ملتے ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ نے ہی وہ اعلیٰ اخلاق قائم فرمانے تھے جس سے اسلام کی خوبصورت تصویر ہمارے سامنے آئے اور ہم دنیا کے سامنے اس کو پیش کرسکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ بیان فرمایا جس میں حضرت مسیح موعودؑ خود اپنے ہاتھ سے ایک Tray میں آپؓ کے لیے کھانا لائے جس سے حضرت مفتی صاحبؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ ہمارے رہنما اور پیشوا ہو کر ہماری اتنی خدمت کرتے ہیں تو ہم احمدیوں کو آپس میں کس قدر محبت سے پیش آنا چاہیے۔

ایک مرتبہ بستروں کی کمی ہوگئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے گھر کے سارے بستر مہمانوں کو دے دیے لیکن کسی کو اس کا احساس نہیں ہونے دیا۔بعض دفعہ بعض لوگ قربانی کر دیتے ہیں لیکن جتا بھی دیتے ہیں۔ ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مجھے ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو۔فرمایا مہمان کا دل مثل آئینہ ہوتا ہے اور ذرہ سے ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے حضرت مسیح موعودؑ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ لیکن بعد ازاں کھانے میں پرہیز نیز مہمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ چنانچہ ایک مرتبہ لنگر خانے کے انچارج کو حضورؑ نے نصیحت فرمائی کہ سب کو واجب الاحترام جان کر ان کی خدمت کرو۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب کو مہمان سمجھ کر برابر خدمت کرنی چاہیے۔ ہر ایک سے عزت و احترام کا سلوک رکھنا چاہیے۔حضرت مسیح موعودؑ نے مزید فرمایا کہ تم پر میرا حسن ظن ہے اس لیے مہمانوں کی خوب خدمت کرو۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی وہ حسن ظن ہے جو آج بھی قائم ہے۔

حضور انور نے فرمایا: مجھے علم ہے کہ بعض شعبہ جات کے کارکنان کو بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہر حال میں مہمان سے خوش خلقی سے پیش آنا ہے اور اپنے پر فرض کر لینا ہے کہ اپنے اعلیٰ اخلاق دکھانے ہیں۔شاملین کی تعداد کم ہے، لیکن پھر بھی بعض کارکن جب مہمانوں کو کسی طرف توجہ دلائیں تو ہوسکتا ہے مہمان برا بھی منائیں۔ لیکن اگر کوئی بات نہیں بھی سنتا تو پھر بھی پیار سے مہمان کو سمجھائیں۔ اکثر مہمانوں کو بھی معلوم ہے کہ ان پابندیوں پر کاربند رہنا ہے۔ اگر کارکن کا رویہ بھی درست نہیں تو زیادہ مشکل بھی پیدا ہوسکتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مومن کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ مہمان کا احترام کرتا ہے۔ یہ مومنانہ خصوصیت ہر ایک میں پیدا ہونی چاہیے۔

حضور انور نے بارشوں کی وجہ سے گاڑیوں کے کیچڑ میں پھنسنے کے حوالہ سے فرمایا کہ یہاں بھی کارکنان بڑے پیار اور آرام سے سمجھائیں۔مہمان کے تعاون سے ہی کام میں آسانی اور روانی پیدا ہوسکتی ہے۔ اس لیے دونوں طرف سے تعاون ہونا چاہیے۔مہمانوں کو بھی قواعد کی پابندی کرنی چاہیے۔ تبھی کام روانی سے ہوسکتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس بات کو بھی مہمان یاد رکھیں کہ اسلام نے جہاں میز بان کو توجہ دلائی ہے وہاں مہمانوں کو بھی ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ میز بان کی مجبوریوں کا بھی خیال رکھیں۔ میز بان کو کہا کہ مہمان سے حسن سلوک کرو۔ مہمان سے کہا کہ اگر میز بان نہ آنے دے تو نہیں آنا چاہیے۔

حضور انور نے فرمایا کہ امسال عمر کی بھی پابندی ہے اور صحت سے متعلقہ شرائط بھی ہیں۔ اس لحاظ سے جماعتوں کو بھی کہا گیا ہے کہ منتخب افراد کو جلسہ میں شامل ہونے دیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض لوگ نئے اس ملک میں آئے ہیں جو شرائط پوری نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ نظام نہیں توڑنا۔مومن کے لیے اصولی ہدایت دے دی۔ اور حکم دے دیا کہ گھر والے کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: اور اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ تمہارے لیے یہ بات زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کا ایک مقصد اپنے آپ کو پاک کرنا ہے۔ پس بعض لوگ جنہوں نے مجھے بھی لکھا ہے انہیں نظام کی پابندی کرنی چاہیے۔ اور برا بھی نہیں ماننا چاہیے اور شکوہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے حالات کے لیے دعا کریں اور ایسے حالات میں زیادہ تڑپ کر دعا ہوتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا قرآن کریم پر عمل کرنے کے حوالے سے صحابہؓ کا بھی عجیب طریق ہے۔ ایک صحابی کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے پاس جاتے اور کہتے کہ میں اس قرآنی حکم کے لیے بار بار جاتا ہوں کہ میز بان گھر میں داخل ہونے سے انکار کرے اور میں اس قرآنی حکم کی تعمیل کروں کہ گھر میں داخل نہیں ہونا۔ اور دوسرے صحابی بھی قرآن کریم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہیں داخل ہونے دیتے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے قرآن کریم پر عمل کرتے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اپنے نمونے سے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اس لیے بغیر کسی شکوے کے جو شامل نہیں ہو سکتے انہیں شامل نہیں ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جن کو دعوت نامہ اور اجازت ملی ہے وہ ضرور جلسے میں شامل ہوں ورنہ ان لوگوں کی حق تلفی ہو گی جن کو اجازت نہیں ملی۔موسم کی خرابی کو عذر نہ بنائیں۔

ربوہ اور قادیان کے جلسوں کے حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہاں کھلے آسمان تلے بارش میں بھی جلسے ہوتے تھے۔ اسلام آباد، یوکے میں بھی ابتدائی جلسوں میں جلسہ گاہ کے اندر پانی آجاتا تھا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مثال دی کہ اسلام آباد کے ابتدائی جلسوں میں سجدہ کرتے وقت ماتھے اور گھٹنوں پر کیچڑ آجاتا لیکن ایک جذبے کے ساتھ لوگ جلسے میں شامل ہوتے۔ اس لیے دوبارہ حضور انور نے فرمایا کہ جن لوگوں کو اجازت نامے ملے ہیں وہ ضرور آئیں۔

انتظامی باتوں کو بیان کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کھانے کی مارکی میں فاصلے کا خیال رکھیں۔ کھانا کھاتے ہوئے اور کھانا لیتے ہوئے فاصلے کا خیال رکھیں۔ کھانا لیتے ہوئے ماسک پہنیں۔

ڈیوٹی والے اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ ماسک پہنیں۔ اگر ڈیوٹی والے اس کا خیال نہ رکھیں تو مہمان بھی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ اس لیے ہر جگہ ماسک پہنے رکھیں۔

اگر انتظامیہ کے زیر انتظام نعرہ لگے تو ماسک پہن کر اس کا جواب دیں۔

ناک اور منہ دونوں ڈھانپنے ضروری ہیں۔

چیک کرنے والوں کو تسلی کروائیں۔ اور کسی قسم کا اظہار نہ کریں کہ یہ بات بری لگی ہے۔ سیکیورٹی کے لحاظ سے Relax نہ ہوجائیں۔سب کو مکمل طور پر محتاط ہونا چاہیے۔

کھانے کے حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات کا کھانا پیک کر کے دیے جانے کا پروگرام ہے۔ اگر اس پر کچھ وقت لگ جائے تو پریشان نہ ہوں۔

جو لوگ ایک لمبے عرصے بعد مل رہے ہوں ان کو دیر بعد ملنا جلسے کے پروگرام سننے یا دعائیں کرنے سے محروم نہ کر دے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان کردہ ایک نقطہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جلسے کے ایام میں ذکر الٰہی کرنے کا ایک فائدہ یہ بتایا کہ اللہ کے ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کا ذکر کرتا ہے اور اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہوسکتا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کرے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام احمدی جو اپنے ممالک میں یا گھروں میں جلسہ سن رہے ہیں وہ بھی ذکر الٰہی کریں۔ جلسے کے ماحول سے بھرپور استفادہ کریں۔ جلسے کی کارروائی پورے اخلاص اور توجہ سے سننی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے والا ہو۔

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے موسم کی بہتری کے لیے بھی دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

خطبہ جمعہ بعد کے حضور انور یدہ اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ اور پھر اپنی رہائش گاہ میں تشریف لے گئے۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16؍ جولائی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں اپنے لشکر تیار کرتا ہوں اور مَیں نماز میں ہوتا ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

جنگِ نَمارِق اور کَسکَر، معرکہ ٔسقاطیہ، جنگِ باروسما اور جنگِ جسر میں پیش آمدہ واقعات کا مختصر بیان

چار مرحومین: مکرم فتحی عبدالسلام مبارک صاحب، مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ خلیل احمد صاحب مبشر سابق مبلغ انچارج کینیڈا و سیرالیون، مکرمہ سائرہ سلطان صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب اور مکرمہ عضون المعضّمانی صاحبہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ آپؓ کے دَورِ خلافت میں جو جنگیں ہوئیں اور جو فتوحات ہوئیں اس ضمن میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا دَورِ خلافت تقریباً ساڑھے دس سال پر محیط تھا۔ یہ تاریخ تیرہ ہجری سے تیئس ہجری تک ہے۔ اس دور میں ہونے والی فتوحات کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل بنتا ہے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں یہ علاقے شامل ہیں۔ شام، مصر، ایران اور عراق، خوزستان، آرمینیا، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا بھی کچھ حصہ آتا ہے۔

(ماخوذ از الفاروق صفحہ 159 مطبوعہ ادارہ اسلامیات 2004ء)

اسلامی جنگوں اور فتوحات کا سلسلہ تو حضرت ابوبکرؓ کے دور میں شروع ہو گیا تھا۔ آپؓ کے دور میں، (حضرت ابوبکرؓ کے دور میں) شام اور عراق میں اسلامی افواج جہاد میں مصروف تھیں اور بیک وقت کئی محاذوں پر جہاد جاری تھا اور پھر یہ سلسلہ چلتا گیا اور حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت میں بھی اسی طرح جاری رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت میں ایک بات جو بہت نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود گویا ہر فتح کے وقت مسلمانوں کے لشکر میں موجود تھے۔ اگرچہ آپؓ نے اپنے دور خلافت میں کسی جنگ میں بھی باقاعدہ حصہ نہیں لیا تاہم مسلمان کمانڈروں کو لشکر کے حوالے سے جملہ ہدایات مدینہ سے آپؓ بھجواتے یا جہاں بھی آپؓ موجود ہوتے وہاں ان سے رابطہ میں رہتے بلکہ بعض جنگوں کے حالات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی مسلمان سپہ سالاروں سے خط و کتابت روزانہ کی بنیاد پر جاری رہی اور حضرت عمرؓ نے مدینہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کو اپنے لشکروں کو ترتیب دینے کی ہدایات دیں اور ان کو ان علاقوں کے بارے میں ایسے بتایا، اس طرح کی ہدایات دیں گویا حضرت عمرؓ کے سامنے ان علاقوں کا نقشہ موجود تھا یا وہ علاقے حضرت عمرؓ کے سامنے تھے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے۔ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنِّيْ لَأُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ۔

(صحیح البخاری کتاب العمل فی الصلوٰۃ باب تفکر الرجل الشیٔ فی الصلوٰۃ)

کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے لشکر تیار کرتا ہوں اور میں نماز میں ہوتا ہوں۔ یعنی آپؓ اس قدر متفکر ہوتے تھے کہ نماز کے دوران میں بھی اسلامی فوجوں کی منصوبہ بندی اور پلاننگ کا کام جاری رہتا تھا۔ اس دوران دعا بھی کرتے رہتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں جابجا نظر آتا ہے کہ آپؓ کی ہدایات کی پیروی کرتے ہوئے مسلمان فوجوں نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتوحات حاصل کیں۔

سید میر محمود احمد صاحب نے بھی حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت پر ایک مقالہ لکھا تھا اور اس سے بھی ہمارے نوٹس تیار کرنے والوں نے مدد لی ہے۔ ریسرچ سیل نے بعض نوٹس لیے ہیں لیکن بہرحال یہ اصل مأخذ سے بھی چیک کیے گئے ہیں اور ٹھیک ہیں۔ فتوحات ایران و عراق کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے دَور میں اہلِ فارس کے ساتھ جنگ جاری تھی کہ اس دوران حضرت ابوبکرؓ بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے اسلامی افواج کو پیغامات موصول ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی۔ اس لیے حضرت مُثَنّٰی اسلامی فوج میں اپنے نائب مقرر کر کے خود حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپؓ کو جنگ کے حالات سے باخبر کریں اور مزید مدد کی درخواست کریں۔ حضرت مُثَنّٰی مدینہ پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ کو واقعات کی اطلاع دی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور یہ وصیت فرمائی کہ اے عمرؓ! میں جو کچھ کہتا ہوں اسے غور سے سنو پھر اس پر عمل کرنا۔ آج سوموار کا دن ہے مَیں توقع کرتا ہوں کہ مَیں آج ہی فوت ہو جاؤں گا، یہ حضرت ابوبکرؓ فرما رہے ہیں۔ اگر میں فوت ہو جاؤں تو شام ہونے سے قبل لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر مُثَنّٰی کے ساتھ بھیج دینا اور اگر میری وفات رات تک مؤخر ہو جائے تو صبح سے پہلے مسلمانوں کو جمع کر کے مُثَنّٰی کے ساتھ کر دینا۔ میری موت کی مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی ہو وہ تمہیں دین کے احکام اور خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل سے ہرگز باز نہ رہنے دے۔ تم نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر میں نے کیا کیا تھا حالانکہ لوگوں کو اور مخلوق کو اس جیسی مصیبت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ خدا کی قسم! اگر میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ذرا تاخیر جائز رکھتا تو خدا ہم کو ذلیل کر دیتا۔ ہم کو سزا دیتا اور مدینہ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس وصیت کی تعمیل میں حضرت ابوبکرؓ کی تدفین سے اگلے روز لوگوں کو جمع کیا۔ بیعتِ خلافت کے لیے تمام اطراف سے بے شمار آدمی آئے ہوئے تھے اور تین دن تک ان کا تانتا بندھا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا کیونکہ عرب قدیم سے مملکت ایران کی شان و شوکت اور زبردست فوجی طاقت سے خائف رہتے تھے اور لوگوں کا عام طور پر خیال تھا کہ عراق حکومت فارس کا پایہ تخت ہے اور وہ حضرت خالدؓ کے بغیر فتح نہیں ہو سکتا اس لیے سب خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے کئی دن تک وعظ کیا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر چوتھے دن اس جوش سے تقریر کی کہ حاضرین کے دل دہل گئے اور لوگوں کی ایمانی حرارت جوش میں آئی اور حضرت ابو عُبَید بن مسعود ثَقَفِیؓ آگے بڑھے اور اَنَا لِھٰذَا کا نعرہ مارا کہ میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ اور اس جہاد کے لیے اپنا نام پیش کیا۔ ان کے بعد حضرت سعد بن عُبَیدؓ اور سَلِیط بن قَیس سامنے آئے۔ ان لوگوں کا سامنے آنا تھا کہ ایمانی جوش مسلمانوں کے دلوں میں موجزن ہو گیا اور وہ بڑے جوش و خروش سے بڑھ بڑھ کر جہادِ عراق کے لیے اپنا اپنا نام پیش کرنے لگے۔ قبل ازیں عراقی افواج کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی مگر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے آخری زمانے میں شامی جنگوں کی اہمیت کے پیش نظر ان کو شام جانے کا حکم دے دیا تھا اور اب عراق کی اسلامی فوج کی کمان حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ کر رہے تھے۔ اس موقع پر جب حضرت عمرؓ مسلمانوں کو عراق کی جنگوں کے لیے اپنا نام پیش کرنے کی دعوت

دے رہے تھے حضرت مُثَنّٰی بھی مدینہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے بھی ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور کہا کہ لوگو! یہ محاذ بہت سخت اور گراں نہ سمجھو۔ ہم نے فارس والوں سے لڑائی کی اور ان پر غلبہ پایا اور ان شاء اللہ اس کے بعد بھی ہماری ہی فتح ہوگی۔ یہ ساری تقریریں سننے کے بعد اب مدینہ اور اس کے نواح سے عراقی جنگوں میں شمولیت کے لیے مجاہدین کا لشکر تیار ہوا۔ طَبَرِی اور بَلَاذَرِی نے اس لشکر کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے اور کتاب اَخْبَارُ الطِّوَال کے مصنف علامہ ابوحنیفہ دِیْنَوَرِی پانچ ہزار تعداد بتاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ لشکر کی مدینہ سے روانگی کے وقت تعداد ایک ہزار تھی مگر محاذ جنگ تک پہنچتے پہنچتے یہ تعداد پانچ ہزار تک جا پہنچی کیونکہ بَلَاذَرِی اور ابوحنیفہ نے تصریح کی ہے کہ امیر لشکر راستہ میں جس عرب قبیلہ کے پاس سے گزرتے اسے لشکر میں شمولیت کی دعوت دیتے۔ اب یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ اس لشکر کا امیر کون ہو؟ گو حضرت مُثَنّٰی تھے لیکن جو نیا لشکر تیار ہوا تھا اس کا امیر کون ہو؟ حضرت عمرؓ کی جوہر شناس نظر نے ابوعُبَید ثَقَفِی کا انتخاب کیا۔ بعض لوگوں پر یہ امر گراں گزرا کہ سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن مہاجرین اور انصار کو چھوڑ کر جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کے پودے کو سینچا تھا ایک ایسے شخص کو امیر بنا دیا ہے جو بعد میں آنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صحابہ کو اگر کوئی امتیازی مقام حاصل ہے تو محض اس لیے کہ وہ اسلام کی خدمت میں پیش پیش رہے اور دین کی طرف سے مدافعت کے لیے بڑھ چڑھ کے دشمن سے برسرِ پیکار ہوئے مگر اب اس موقع پر پیچھے رہ کر انہوں نے اپنا یہ حق کھو دیا۔ اس لیے اس موقع پر جو شخص اسلام کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے سامنے آیا وہی امارت کا حق دار ہے۔ حضرت ابوعُبَید کے بعد سَعْد بِن عُبَید اور سَلِیط بن قَیس نے عراقی جنگوں کی دعوت کے موقع پر حضرت عمرؓ کی آواز پر لبیک کہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم میری آواز پر لبیک کہنے میں سبقت اختیار کرتے تو قبولِ اسلام میں سبقت کے باعث میں تمہی کو یہ کمان سونپتا۔ گو سَلِیط بن قَیس پر ابو عُبَید کو ترجیح دینے کے متعلق علاوہ پہلی وجہ کے حضرت عمرؓ نے اس امر کا بھی اظہار فرمایا تھا کہ اس کام کے لیے کسی دھیمے شخص کی ضرورت ہے جو تحمل اور سوچ بچار سے جنگ کا اقدام کرے مگر سلیط بن قیس فوجی پیش قدمی کے سلسلہ میں بڑے جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے شرف تقدم کے باعث ابو عُبَید کو یہ اہم کمان سونپی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ صحابہ کی قدیمی خدمات اور گذشتہ تجربات کو نظرانداز کر دینا بھی مناسب نہ تھا اس لیے آپؓ نے حضرت ابوعُبَید ثَقَفِیؓ کو تاکید بھی کر دی تھی کہ وہ صحابہ کے مشورے سے مستفید ہوں اور انتظامی امور میں ان کی رائے پر چلیں۔ یہ مختلف تاریخی کتب میں ملتا ہے۔ تاریخ طبری میں یہ سارا واقعہ ہے جس سے یہ اخذ کیا گیا ہے۔

(تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقالہ از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 7تا9)

(تاریخ الطبری جلد دوم حصہ دوم مترجم صفحہ 194 مطبوعہ نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۳۴ و ۳۶۱-۳۶۰ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

(اخبار الطوال از ابوحنیفہ دینوری صفحہ ۱۶۶-۱۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۱ء)

(فتوح البلدان علامہ بلاذری صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت ۱۹۸۷ء)

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 353، 354 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 79، 78 ادارہ اسلامیات 2004ء)

تیرہ ہجری میں ایک جنگ ہوئی جو جنگ نَمَارِق اور کَسْکَر کہلاتی ہے۔ حضرت ابوعُبَید الثلثة کے لشکر لے کر روانہ ہونے سے قبل ہی حضرت مُثَنّٰی واپس حِیْرَہ (حیرہ عراق کی قدیمی عربی حکومت کا پایہ تخت تھا اور فرات کے مغرب میں اس مقام پر واقع تھا جہاں بعد میں کوفہ آباد ہوا وہاں) چلے گئے اور بدستور اپنی فوج کی قیادت سنبھال لی لیکن جلد ہی ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ حضرت مُثَنّٰی کو اپنی افواج سمیت پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایرانی دربار رؤساء اور امراء کے باہمی مناقشات اور اختلافات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ ایک نئی اور زبردست شخصیت کا ظہور ہوا جو خراسان کے گورنر فَرُّخ زَادُ کے بیٹے رستم کی تھی۔ ایرانی دربار کی طرف سے رستم سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا اور وہ سب اراکین سلطنت جو تفرقہ اور انتشار سے ملک کی طاقت کمزور کرنے کا سبب بنے ہوئے تھے اب رستم کی اطاعت کا دم بھرنے لگے۔ رستم ایک بہادر اور صاحب تدبیر انسان تھا۔ اس نے عنان قیادت ہاتھ میں لیتے ہی مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں اپنے کارندے بھجوا کر بغاوت کروادی اور فرات کے ملحقہ اضلاع میں مسلمانوں کے خلاف سخت جوش بھر دیا اور حضرت مُثَنّٰی کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر روانہ کیا۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت مُثَنّٰی نے کچھ پیچھے ہٹ جانا مناسب سمجھا اور حِیرہ کو چھوڑ کر خَفَّانْ (کوفہ کے قریب ایک مقام ہے اس جگہ) آ کر قیام پذیر ہو گئے۔ ادھر رستم برابر فوجی سرگرمیوں میں مشغول تھا۔ اس نے زبردست لشکر تیار کر کے دو مختلف راستوں سے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیے۔ ایک لشکر جَابَانْ کی سرکردگی میں تھا جو مقام نَمَارِق میں اترا، نَمَارِق بھی عراق میں کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے اور دوسرا لشکر نَرْسِیْ کی سرکردگی میں کَسْکَرْ کی طرف روانہ کیا گیا۔ کَسْکَرْ بغداد اور بصرہ کے درمیان دجلہ کے قریب غربی کنارے پر ایک شہر ہے جس کے آثار پر وَاسِطْ کا شہر آباد ہے۔ حضرت مُثَنّٰی کو مدینہ سے آئے ہوئے ابھی ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ حضرت ابو عُبَید مجاہدین کا لشکر لیے ہوئے خَفَّان میں ان سے آ ملے۔ خَفَّان بھی کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ اور چند ہزار مسلمانوں کا یہ لشکر اس وقت محاذِ جنگ پر پہنچا جب عراق میں عام صورتِ حالات مسلمانوں کے لیے خوش کن نہ تھی اور مفتوحہ اضلاع ایک ایک کر کے ان کے ہاتھوں سے نکل رہے تھے۔ حضرت ابو عُبَید نے خَفَّان میں اجتماع لشکر کی غرض سے چند روز قیام کے بعد نَمَارِق کا رخ کیا۔ وہاں ایک زبردست ایرانی لشکر ایک بوڑھے تجربہ کار ایرانی سپہ سالار جَابَانْ کی سرکردگی میں خیمہ زن تھا۔ حضرت ابو عُبَید نے لشکر کی تنظیم کی۔ رسالہ حضرت مُثَنّٰی کی سرکردگی میں دیا۔ میمنہ کی کمان وَالِقْ بِنْ جِیْدَارَہ کو دی اور مَیْسَرہ کا کمانڈر عَمرو بن هَیْثَم کو مقرر کیا۔ ایرانی لشکر کے دونوں بازوؤں کی کمان جُشْنَسْ مَاہ اور مَرْدُان شاہ کر رہے تھے۔ اسلامی اخلاق کا جو نمونہ اس جنگ میں پیش ہوا اس پر میر محمود احمد صاحب نے اپنا تبصرہ کیا ہوا ہے کہ اسلامی اخلاق کا ایک نمونہ جو ہمیں نظر آتا ہے یہ ہے کہ نَمَارِق کے مقام پر زبردست معرکہ ہوا اور ایرانی لشکر نے شکست کھائی۔ ایرانی لشکر کا سپہ سالار جَابَانْ زندہ گرفتار کر لیا گیا مگر مَطَر بن فِضَّہ جنہوں نے جَابَانْ کو گرفتار کیا تھا اسے پہچانتے نہ تھے۔ جَابَانْ نے ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر ان کو فدیہ دیا اور رہائی حاصل کر لی۔ کچھ دیر بعد مسلمانوں نے دوبارہ جَابَانْ کو گرفتار کر لیا اور حضرت ابو عُبَید کے پاس لائے اور آپ کو بتایا کہ جَابَانْ کو ایرانی لشکر میں کیا پوزیشن حاصل ہے مگر حضرت ابو عُبَید نے یہ برداشت نہ کیا کہ ایک شخص جس کو ایک مسلمان سپاہی ایک دفعہ فدیہ لے کر رہا کر چکا ہے دوبارہ قیدی بنا لیا جائے۔ لوگوں نے دوبارہ اصرار کیا کہ جَابَانْ کو تو گویا بادشاہ کی پوزیشن حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو پھر بھی بدعہدی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ رہا کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے اس ضابطہ اخلاق پر روشنی پڑتی ہے جو اسلامی افواج کا لائحہ عمل ہوتا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح مسلمان زبردست جنگی فوائد کے حصول کے لیے بھی اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 9تا12)

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۶۳-۳۶۲ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

(معجم البلدان جلد۵ صفحہ ۳۵۱، جلد ۲ صفحہ ۴۳۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

پھر معرکہ سَقَاطِیَہ ہے جو تیرہ ہجری میں ہوا۔ نَمَارِق کے معرکہ سے شکست کھا کر ایرانی لشکر کَسْکَرْ کی طرف بھاگا جہاں ایرانی کمانڈر نَرْسِیْ پہلے سے ایک لشکر جرّار لیے ہوئے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ ابوعُبَید اس کے مقابلے کے لیے کَسْکَرْ کی طرف بڑھے۔ نَرْسِیْ جو کَسْکَرْ میں ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا ایرانی اراکین سلطنت میں خاص امتیازی مقام رکھتا تھا اور وہ اور اس کے لشکر کے دونوں بازوؤں کے کمانڈر بِنْدَوَیہ اور تِیْرَوَیہ ایران کے ساسانی بادشاہوں کے قریبی اور گہرے رشتہ داروں میں سے تھے۔ ایرانی دربار کو نَمَارِق میں شکست کی خبر پہنچ چکی تھی اور رستم نَرْسِیْ کے لیے مزید امدادی افواج کے بھجوانے کا بندوبست کر رہا تھا کہ حضرت ابوعُبَید نے اپنی فوج کی نقل و حرکت کو تیز کرتے ہوئے نَرْسِیْ کے لشکر کو اس کی امدادی فوج کے آنے سے قبل ہی کَسْکَرْ کے نشیبی علاقوں میں جا لیا اور سَقَاطِیَہ کے نام سے جو معروف جگہ تھی اس پر حملہ کر دیا۔ سَقَاطِیَہ کے میدان میں ایک زبردست معرکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ بڑے معرکہ کے بعد حضرت ابوعُبَید نے کَسْکَرْ کے اردگرد علاقے میں مختلف جگہوں پر جمع شدہ دشمن کے مقابلے کے لیے اسلامی دستے بھی بھیجنا شروع کر دیے۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 12، 13)

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۶۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

پھر جنگِ بَارُوسَمَا کا ذکر ہے۔ یہ بھی تیرہ ہجری کی ہے۔ بَارُوسَمَا کَسْکَرْ اور سَقَاطِیَہ کے درمیان ایک مقام تھا جہاں پر ایرانی جرنیل جَالِیْنُوس سے مقابلہ ہوا جو جَابَانْ کی مدد کے لیے آیا تھا۔ رستم نے نَرْسِیْ کی مدد کے لیے ایک ایرانی کمانڈر کی سرکردگی میں ایک لشکر کَسْکَرْ کی طرف روانہ کیا تھا۔ ابوعُبَید کو اس کی اطلاع مل چکی تھی اور انہوں نے کمال ہوشیاری سے کام لے کر جالینوس کے لشکر کی آمد سے پہلے ہی نَرْسِیْ کی افواج سے ٹکر لے لی اور اس کو شکست دے کر دشمن کی فوجی طاقت کو صدمہ پہنچا دیا تھا۔ اب جالینوس بَارُوسَمَا کے

علاقے میں بَاقُسْیاثَا کے مقام پر لشکر انداز ہوا۔ بصرہ اور کوفہ کے درمیان کی بستیوں کو ارضِ سَواد کہا جاتا تھا اور بَارُوسَمَا اور بَاقُسْیاثَا ان بستیوں میں سے دو بستیاں ہیں۔ ابوعُبید باقُسیاثا پہنچے اور مختصر سی لڑائی کے بعد ایرانی افواج نے شکست کھائی اور جالینوس میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور ابوعُبید نے وہاں قیام کر کے ارد گرد کے علاقوں پر مکمل قبضہ کر لیا۔ مؤرخ طبری جو ہے یہ ان کا بیان ہے۔ بَلَاذَرِی نے لکھا ہے کہ جالینوس سے مصالحت ہو گئی تھی البتہ بعد کے مؤرخین میں ابن خلدون اور ابن اثیر نے طبری کی تائید کی ہے۔

(مقالہ ’تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ‘از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 14)

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 357 دار المعرفہ بیروت 2007)

(”معجم البلدان جلد۱ صفحہ۲۶۱ دار احیاء التراث العربی بیروت و المنجد زیر مادہ ”ساد)

جنگِ جِسر کا کچھ بیان کچھ عرصہ پہلے ہو چکا ہے یہاں بھی یہ ضروری ہے بیان کرتا ہوں۔ جنگ جِسُر، یہ بھی تیرہ ہجری میں ہوئی۔ دریائے فرات کے کنارے مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑی گئی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عُبَید ثَقَفِی تھے جبکہ ایرانیوں کی طرف سے بَہْمَن جَاذْوِیہ سپہ سالار تھا۔ مسلمان فوج کی تعداد دس ہزار تھی جبکہ ایرانیوں کی فوج میں تیس ہزار فوجی اور تین سو ہاتھی تھے۔ دریائے فرات کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے دونوں گروہ کچھ عرصہ تک لڑائی سے رکے رہے یہاں تک کہ فریقین کی باہمی رضامندی سے فرات پر جِسر یعنی ایک پل تیار کیا گیا۔ اسی پل کی وجہ سے اس کو جنگ جِسر کہا جاتا ہے۔ جب پل تیار ہو گیا تو بَہْمَن جَاذْوِیہ نے حضرت ابوعُبید کو کہلا بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہمیں عبور کرنے کی اجازت دو گے۔ حضرت ابوعُبید کی رائے تھی کہ مسلمانوں کی فوج دریا عبور کر کے مخالف گروہ سے جنگ کرے جبکہ لشکر کے سردار جن میں حضرت سَلِیط بھی تھے ان کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن حضرت ابوعُبید نے دریائے فرات کو عبور کر کے اہل فارس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی ایسے ہی چلتی رہی کچھ دیر بعد بَہْمَن جَاذْوِیہ نے اپنی فوج کو منتشر ہوتے دیکھا تو اس نے ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں بے ترتیب ہو گئیں اور اسلامی لشکر ادھر ادھر ہٹنے لگا۔ حضرت ابوعُبیدؓ نے مسلمانوں کو کہا کہ اے اللہ کے بندو! ہاتھیوں پر حملہ کرو اور ان کی سونڈیں کاٹ ڈالو۔ حضرت ابوعُبیدؓ یہ کہہ کر خود آگے بڑھے اور ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ باقی اسلامی لشکر نے بھی یہ دیکھ کر تیزی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈیں اور پاؤں کاٹ کر ان کے سواروں کو قتل کر دیا۔ اتفاق سے حضرت ابوعُبیدؓ ایک ہاتھی کے سامنے آ گئے۔ آپ نے وار کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی مگر آپ اس ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آ گئے اور دب کر شہید ہو گئے۔

تاریخ طبری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعُبیدؓ کی بیوی دَوْمہ نے جنگ سے قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص آسمان سے ایک برتن میں جنت کا ایک مشروب لایا جس کو حضرت ابوعُبید اور جَبْر بن ابوعُبید نے پیا ہے۔ اسی طرح ان کے خاندان کے چند لوگوں نے بھی پیا ہے۔ دَوْمہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کی۔ حضرت ابوعُبیدؓ نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر شہادت ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوعُبیدؓ نے لوگوں کو وصیت کی کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو جَبر سپہ سالار ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو فلاں فلاں شخص سپہ سالار ہو گا۔ چنانچہ جس جس شخص نے خواب میں اس برتن سے مشروب پیا تھا ان کو حضرت ابوعُبیدؓ نے ترتیب وار سپہ سالار مقرر کر دیا اور پھر فرمایا کہ اگر ابوالقاسم بھی شہید ہو جائیں تو پھر حضرت مُثَنّٰی تمہارے سپہ سالار ہوں گے۔ دَوْمہ کا یہ خواب حرف بہ حرف پورا ہوا۔ اس جنگ میں حضرت ابوعُبیدؓ کے بعد علی الترتیب بیان کردہ چھ اشخاص ایک ایک کر کے عَلَمِ امارت ہاتھ میں لیتے چلے گئے اور شہید ہوتے چلے گئے۔ آٹھویں شخص حضرت مُثَنّٰی تھے جنہوں نے اسلامی جھنڈے کو لے کر دوبارہ ایک پُرجوش حملے کا ارادہ کیا لیکن اسلامی لشکر کی صفیں بے ترتیب ہو گئی تھیں اور لوگوں نے مسلسل سات امیروں کو شہید ہوتے دیکھ کر بھاگنا شروع کر دیا تھا جبکہ کچھ دریا میں کود گئے تھے۔ حضرت مُثَنّٰی اور آپؓ کے ساتھی مردانگی سے لڑتے رہے۔ بالآخر حضرت مُثَنّٰی زخمی ہو گئے اور آپ لڑتے ہوئے دریائے فرات عبور کر کے واپس آ گئے۔ اس واقعہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان ہوا۔ مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے جبکہ ایرانیوں کے چھ ہزار فوجی مارے گئے۔ یہ شکست مسلمانوں کے لیے زیادہ دیر تک ضرر رساں نتائج پیدا کرنے کا موجب بنتی مگر خوش قسمتی یہ ہوئی کہ قدرتی موقع ایسا پیدا ہو گیا کہ دشمن مسلمانوں کا تعاقب نہ کر سکا کیونکہ خود ایرانی اراکین سلطنت میں باہمی اختلاف پیدا ہو جانے کی وجہ سے بَہْمَن جَاذْوِیہ کو واپس جانا پڑا۔ ابن اثیر نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ خود ایرانی دارالحکومت مَدَائِن میں اراکین سلطنت کے ایک فریق نے رستم کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

(مقالہ ’تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ‘ از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 18 تا 21)

(تاریخ طبری مترجم جلد دوم حصہ دوم صفحہ 229 نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ 270 تا 273 دار الاشاعت کراچی 2003ء)

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر صفحہ ۳۱۱ بیت الافکار الدولیۃ)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی جنگ جِسُر کے بارے میں کچھ بیان فرمایا ہے کہ

”سب سے بڑی اور ہولناک شکست جو اسلام کو پیش آئی وہ جنگ جِسُر تھی۔ ایرانیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا زبردست لشکر گیا۔ ایرانی سپہ سالار نے دریا پار اپنے مورچے بنائے اور ان کا انتظار کیا۔ اسلامی لشکر نے جوش میں بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور دھکیلتے ہوئے آگے نکل گئے مگر یہ ایرانی کمانڈر کی چال تھی۔ اس نے ایک فوج بازو سے بھیج کر پل پر قبضہ کر لیا اور تازہ حملہ مسلمانوں پر کر دیا۔ مسلمان مصلحتاً پیچھے لوٹے مگر دیکھا کہ پل پر دشمن کا قبضہ ہے۔ گھبرا کر دوسری طرف ہوئے تو دشمن نے شدید حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد دریا میں کودنے پر مجبور ہو گئی اور ہلاک بھی ہو گئی۔ مسلمانوں کا یہ نقصان ایسا خطرناک تھا کہ مدینہ تک اس سے ہل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ والوں کو جمع کیا اور فرمایا: اب مدینہ اور ایران کے درمیان کوئی روک باقی نہیں۔ مدینہ بالکل ننگا ہے اور ممکن ہے کہ دشمن چند دنوں تک یہاں پہنچ جائے۔ اس لئے میں خود کمانڈر بن کر جانا چاہتا ہوں۔ باقی لوگوں نے تو اس تجویز کو پسند کیا مگر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر خدا نخواستہ آپؓ کام آ گئے تو مسلمان تتر بتر ہو جائیں گے اور ان کا شیرازہ بالکل منتشر ہو جائے گا اِس لئے کسی اَور کو بھیجنا چاہئے آپ خود تشریف نہ لے جائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو جو شام میں رومیوں سے جنگ میں مصروف تھے لکھا کہ تم جتنا لشکر بھیج سکتے ہو بھیج دو کیونکہ اس وقت مدینہ بالکل ننگا ہو چکا ہے اور اگر دشمن کو فوری طور پر نہ روکا گیا تو وہ مدینہ پر قابض ہو جائے گا۔“

(مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع... میں بعض اہم ہدایات، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 56-57)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔ یہ تو اس جنگ کے بارے میں تھا۔ باقی جنگوں کی بھی مزید تفصیلات آئندہ آئیں گی۔

اب میں اس وقت کچھ مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کے جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

اس میں سے پہلا ذکر فتحی عبد السلام صاحب کا ہے۔ ان کا پورا نام فتحی عبدالسلام مبارک صاحب ہے۔ یہ مصر کے تھے۔ 75 سال کی عمر میں گذشتہ دنوں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے والد نقشبندی طریقے کے پیروکار تھے۔ انہوں نے اپنے ایک بچہ کو دینی تعلیم کے لیے وقف کرنے کا عہد کیا اور فتحی صاحب کو اس کے لیے منتخب کیا گیا۔ فتحی صاحب نے دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کر لیا۔ قرآن کریم سے عشق کی وجہ سے فتحی صاحب کے والد نے بھی ان کے ساتھ ہی قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا اور مکمل قرآن حفظ کیا۔ بعد میں خدا کا ایسا فضل ہوا کہ ان کے والد نے 88 سال کی عمر میں بیعت بھی کر لی۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد فتحی صاحب نے الازہر کے تحت ایک ہائی سکول سے امتیازی کامیابی کے ساتھ تعلیم مکمل کی۔ پھر قاہرہ یونیورسٹی سے انجینئرنگ میں ڈگری لی۔ زمانہ طالبعلمی میں مطالعہ کے بے حد شوق کی وجہ سے اپنے جیب خرچ سے پیسے بچا بچا کر کتب خریدتے اور مطالعہ کرتے۔ پھر مصر کی ایئر فورس میں افسر مقرر ہوئے۔ فوج میں ان پر یہ الزام لگا کہ آپ بعض انقلابی اسلامی تحریکوں کے مخفی منصوبوں میں شامل ہیں حالانکہ آپ ان کے مخالف تھے اور ان کی اصلاح کے لیے کوشاں تھے۔ بہرحال اس الزام میں ایک عرصہ جیل میں گزارنے کے بعد آپ کو بری کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ عراق چلے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں بطور انجینئر کام کیا۔ 1991ء میں عراق میں جنگ کے دوران انہوں نے بڑا خطرناک وقت گزارا۔ جس علاقے میں آپ رہتے تھے وہاں ایک رات میں دس بم گرے۔ آپ اپنی فیملی کو لے کر دعاؤں میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر ان کو محفوظ رکھا۔ پھر آپ اردن آ گئے اور معتزلی فرقہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر مصر آ گئے اور کسی قدر اہل قرآن کی طرف مائل تھے کہ جماعت سے تعارف ہوا۔ احمدیت میں آپ کو تمام پریشان کن مسائل کا حل ملا تو آپ نے بیعت کر لی۔ بیعت کا واقعہ فتحی صاحب خود بیان کرتے ہیں کہ 1995ء میں مصر میں ابن خلدون نامی ایک علمی مرکز میں مختلف لیکچرز ہوتے تھے۔ وہاں مجھے بھی متعدد بار لیکچر دینے اور مختلف موضوعات پر سوالات کے جوابات دینے کی توفیق ملی۔ 1998ء میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے اس مرکز میں

میرا لیکچر سنا تو بہت تعریف کی اور اپنے گھر دعوت دی جہاں مجھے تین گھنٹے کی ایک ویڈیو کیسٹ دکھائی جس میں مکرم حلمی الشافعی صاحب مرحوم نے دجال کے متعلق احادیث میں مذکورہ امور کی ایک ایسی تاویل بیان کی جو مجھے بہت پسند آئی۔ فتحی صاحب کہتے ہیں کہ میرے پوچھنے پر ثابت صاحب مرحوم نے بتایا کہ یہ تفسیر جو ہے یہ قاتل دجال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے۔ کہتے ہیں کہ 1999ء میں مصطفیٰ ثابت صاحب نے مجھے کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' دی جس نے میرے اندر ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا اور میں نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں تفصیلی تحقیق کا فیصلہ کرلیا۔ میں اپنی ذاتی تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوا تھا کہ ناسخ و منسوخ کا عقیدہ غلط اور قرآن کی حرمت کے خلاف ہے۔ نیز آزادی مذہب کا میں قائل تھا۔ احمدیت کے بارے میں تحقیق کرنے لگا تو دیکھا کہ احمدیت تو انہی باتوں کا پرچار کرتی ہے۔ پھر بعض آیات قرآنیہ کے بارے میں سوال کرنے پر مصطفیٰ ثابت صاحب نے مجھے Five Volume commentary دی اور کہا کہ اس میں سب سوالوں کا جواب موجود ہے۔ میں نے دیکھا اس میں میرے تمام سوالوں کے جوابات میرے ہی طرز فکر اور میری توقع کے عین مطابق موجود تھے۔ فتحی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بہت سوچا کہ وحی الٰہی کا جھوٹا دعویٰ کرنا تو ظلم عظیم ہے لیکن جو امور امام مہدی علیہ السلام لے کر آئے ہیں سب حق و ہدایت اور روحانی علوم پر مشتمل ہیں۔ اِکا دُکا مفہوم تو کوئی نہ کوئی بیان کر دیتا ہے لیکن اس قدر سچے مفاہیم اور اتنی بڑی تعداد میں اس پوری صدی میں کسی بھی شخص کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائے تو کیا اللہ تعالیٰ نے اس عظیم انعام سے ایسے شخص کو نوازا ہے جو ظلم عظیم کرتے ہوئے وحی الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے۔ آخر دعاؤں سے، پڑھ کے، سوچ کے 2001ء میں مصطفیٰ ثابت صاحب جب مصر تشریف لائے تو کہتے ہیں کہ میں نے انہیں بتایا کہ میں امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہوں۔ انہیں شدت جذبات کی وجہ سے ایک لمحہ کے لیے میری بات کا یقین نہ آیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور معانی اور مفاہیم کا ایک بحرِ ذخار میرے سامنے ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

فتحی صاحب کی جماعت کے لیے جو علمی خدمات ہیں ان میں 2005ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم (Life of Muhammad) کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ الحوار المباشر کے پروگراموں میں شامل ہوتے رہے اور بڑے پُرجوش انداز میں مدلّل اور مفصّل جوابات دیتے تھے جنہیں احباب بہت پسند کرتے تھے۔ ایک مصری عیسائی پادری نے قرآن کریم پر اعتراضات پر مبنی ایک سیریز چلائی جس کا عنوان تھا۔ ''ھل القرآن کلام اللّٰہ؟'' یعنی کیا قرآن خدا کا کلام ہے؟ اس کے جواب میں فتحی صاحب نے 2006ء میں پروگراموں کی ایک سیریز ریکارڈ کروائی جس کا نام تھا۔ ''نَعَمْ! اِنَّہٗ کَلَامُ اللّٰہِ''۔ یعنی ہاں! بے شک یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصائد کی تشریح پر مشتمل پروگرام روح القدس معہ کیا جس میں قصائد کے لفظی ومعنوی اعجاز کو بہت خوبصورت انداز سے واضح کیا۔ اس کے علاوہ متعدد پروگراموں میں شرکت کرتے رہے جن میں ''نَبُوْءَاتٌ تَحَقَّقَتْ'' یعنی پیشگوئیاں جو پوری ہوگئیں، براہین احمدیہ کے علمی معارف، فِیْ سَمَوَاتِ الْقُرْآنِ، تاریخ اسلام اور خاتم النبیین وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی جماعتی خدمات بھی ہیں۔ مقامی جماعت میں ایک لمبا عرصہ تک سیکرٹری تبلیغ کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ اپنے آپ کو وقف کے لیے بھی پیش کیا۔ کئی سال تک بطور واقف زندگی جماعتی خدمات بجالاتے رہے۔ جماعتی سینٹر میں درس بھی دیا کرتے تھے۔

ان کے بیٹے ابراہیم فتحی صاحب کہتے ہیں کہ اباجان مرحوم سورۂ فاتحہ کی روشنی میں سچی زندگی جینے والے انسان تھے۔ ان کی زندگی نعمتِ خلافت کے نور سے فیضیاب تھی۔ خلیفۂ وقت کے لیے عشق اور تعظیم کے عجیب جذبات رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک سب مشکلات کے حل اور سب مشکل مسائل کو سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ جاننے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے خلافت۔ لکھتے ہیں کہ والد صاحب قول وفعل میں کامل سچ سے کام لینے میں مشہور تھے۔ ہر کام سے پہلے ہمیشہ دعا اور خدا کے حضور گڑگڑاتے تھے۔ اگر ان سے کوئی کہتا کہ مجھے نصیحت کریں تو اسے کہتے کہ دعا کرو اور اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم طلب کرو اور خلیفۂ وقت کو دعا کے لیے لکھو۔ آپ گہرا علم اور وسیع معلومات رکھتے تھے۔ مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ہر علم کی کتابیں پڑھتے اور نئے افکار اور جدید تحقیقات کو سمجھنے کی کوشش میں لگے رہتے۔ حاصل مطالعہ اور علم کو باریک دینی امور کو سمجھنے اور سمجھانے میں صرف کرتے۔ درس و تدریس میں ان کا انداز بہت خوبصورت تھا اور اس دوران کبھی کبھی مزاح بھی کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو ہمیشہ پڑھتے رہتے اور ان سے معارف کے موتی نکال کر انہیں اپنی روزمرہ زندگی میں مشعل راہ بناتے۔ جمعہ کے روز اپنے لیکچر میں اور ایم ٹی اے کے پروگراموں میں یہ معارف بیان کرتے تھے۔ خدمت دین کا جذبہ بہت تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ہسپتال میں جب بیمار تھے، داخل تھے تو سانس میں دشواری کے باوجود نرسوں کو احمدیت کی تبلیغ کرتے رہے۔ جن اعلیٰ اخلاق کی لوگوں کو نصیحت کرتے گھر میں ان پر عمل کر کے دکھاتے۔ عمر و یسر میں سچائی اور تقویٰ سے چمٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی انہیں بہت تڑپ تھی۔ اکثر کہتے کہ اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس دنیا میں آخرت کے لیے عمل کرنا ہی حقیقی نجات ہے۔ اکثر خدا تعالیٰ سے ملنے کے لیے شوق کی باتیں کرتے تھے۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ آخری دنوں میں جب مجھے پریشان دیکھتے تو کہتے کہ میرے پاس بیٹھ کر سورۂ فاتحہ اور درود شریف بار بار پڑھو کیونکہ بیماری سے شفا خدا تعالیٰ کے اذن سے ہوتی ہے اور اسی کو دوا کا بھی علم ہے۔ طب اس کے اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ مجھے دنیا کی کوئی پروا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے ملنے کا شوق ہے۔ یہی بیٹے لکھتے ہیں کہ میری والدہ بیان کرتی ہیں کہ میرے میاں ہمیشہ جماعت کی خدمت کو ہر دوسرے کام پر ترجیح دیتے تھے۔ زیادہ وقت گھر سے باہر تبلیغ میں گزارتے تھے، اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ بھی ہمارے بچوں کی خارق عادت طور پر حفاظت فرماتا تھا۔

ڈاکٹر حاتم حلمی الشافعی صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے بھائی اور استاذ مکرم فتحی عبدالسلام صاحب واقعۃً ایسے لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا سے کیا ہوا عہد پورا کر دیا۔ ڈاکٹر حاتم صاحب کہتے ہیں کہ بیعت سے وفات تک کے عرصہ میں میں نے آپ کو ایک عجیب انسان پایا۔ آپ کو خدا تعالیٰ اور اس کی صفات اور توحید کی محبت کا نشہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے عاشق تھے۔ سورۂ فاتحہ کے عشق میں فنا تھے۔ اپنے قیمتی درسوں میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر سورۂ فاتحہ کے آسمانوں میں پرواز کرتے نظر آتے تھے۔

حسین المصری صاحب اردن سے ہیں۔ لکھتے ہیں فتحی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان کے عاشق تھے۔ خلافت پر آپ کو پختہ ایمان تھا۔ بہت علمی آدمی تھے۔ پھر اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ قادیان کے جلسہ 2018ء میں انہوں نے اکٹھے شرکت کی۔ کہتے ہیں جب میں قادیان پہنچا تو مجھے سرائے وسیم میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں فتحی صاحب مجھے بڑی محبت سے ملے۔ جلسہ کی کارروائی کے بعد رات کو میرے ساتھ ''براہین احمدیہ'' کی باتیں شروع کر دیتے۔ آپ کو قادیان سے عشق تھا۔ قادیان کے بارے میں کہتے کہ یہ ہمارے پیارے کی بستی ہے۔ ہم نے مل کر قادیان کے مقدس مقامات دیکھے اور کہتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا کہ فتحی صاحب کو ہر جگہ اور اس کی تاریخ کا تفصیلی علم تھا۔ جس دن انہوں نے قادیان سے رخصت ہونا تھا ہم نماز فجر کے بعد بیت الذکر اور بیت الدعا میں گئے۔ وہاں آپ کی شدت عجز و نیاز دیکھ کر میں بھی ضبط نہ کرسکا۔ وہاں سے فارغ ہو کر جب باہر نکلے اور بہشتی مقبرہ والے چوک کے قریب پہنچے تو حیران و پریشان اِدھر اُدھر دیکھنے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میرے پوچھنے پر روتے جاتے تھے اور سسکیاں لیتے جاتے تھے اور پھر زمین پر سجدے میں گر گئے۔ پھر اٹھے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کانپتی آواز سے کہا کہ اے خدا! تجھے پتہ ہے کہ اپنے پیارے کی ہمسائیگی میں رہنا مجھے کتنا عزیز ہے۔ اے خدا! تجھے علم ہے کہ میں آج کی رات یہیں گزارنا چاہتا ہوں لیکن تھوڑی دیر بعد ہمارے رخصت ہونے کا وقت ہو جانا ہے۔ کیونکہ اس دن جس دن یہ واقعہ ہوا ان کو اطلاع دی گئی تھی کہ آج ان کی واپسی ہے۔ تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر کام تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرے اذن سے ہی سب کچھ ہوتا ہے اور قانون قائم ہیں اور بدلتے ہیں۔ میرا سفر ملتوی کر دے تا چند گھنٹے اَور میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ اور بہرحال پھر ہوا یہ کہ گاڑی آئی اور کیونکہ ان کو کہا گیا تھا کہ اس دن ان کی سیٹیں ہیں تو فتحی صاحب کا سامان اس میں رکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سرائے وسیم میں فتحی صاحب کی آواز گونجی کہ اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرے رحیم رب نے میری دعا سُن لی اور میرا سفر ملتوی کر دیا۔ وہ خدا تعالیٰ کی حمد و شکر میں مصروف تھے۔ کہتے ہیں میں نیچے اترا تو فتحی صاحب نے بڑے زور سے مجھے گلے سے لگا کر فرمایا کہ آپ نے دیکھا کیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے ہماری دعائیں قبول فرمائیں اور کس طرح وہ قبول فرماتا ہے۔ پھر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

اور انہیں دیکھ کر میں بھی اشکبار ہوگیا۔ بتانے لگے کہ منتظمین کو غلطی لگی تھی کہ میری فلائٹ آج ہے۔ وہ آج نہیں تھی بلکہ اگلے دن تھی یا کسی اَور دن تھی۔ یہ کہتے ہیں ان کو اپنی وفات کا بھی پتہ چل گیا تھا جس کا اظہار انہوں نے حسین صاحب سے کیا اور ایم ٹی اے کے لیے جو پروگرام وہ بنا رہے تھے اس کے لیے ہدایات بھی دیں کہ کس طرح اب بنانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک الہام ہوا تھا کہ ''یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَرَبِ۔ یعنی تیرے لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ ''خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے اور کب اور کیونکر اس کا ظہور ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 100)

لیکن بہرحال ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں جہاں بھی عرب جماعتیں قائم ہو رہی ہیں ان میں بھی اور اس مثال سے جو ابھی میں نے فتحی صاحب کی دی ہے یہ سامنے آتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ عربوں میں سے مخلصین پیدا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام بھی بھیجتے ہیں اور محبت اور پیار اور عشق کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اس بات کی گواہی دیتے ہوئے حاتم صاحب بھی لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپؑ کی کتب اور اشعار سے فتحی صاحب کی محبت خارج از بیان ہے۔

خلافت سے مرحوم کی محبت اور اطاعت اور احترام ان کے ہر قول و فعل سے جھلکتا تھا اور ہر ایک کو نظر آتا تھا۔ راسخ یقین تھا کہ خلافت خدا تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس کے ملنے پر حمد و شکر کے گیت گاتے تھے۔ وہ اس حبل اللہ کو بڑی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے اور اطاعت خلافت میں فنا تھے۔ یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے۔ ایسا پیار اور محبت ملاقات کے وقت ان کی آنکھوں میں اور ہر حرکت سے نظر آتا تھا اور جھلکتا تھا جو غیر معمولی معیار کا تھا اور ساتھ ادب اور احترام بھی بے شمار تھا۔ بڑے علمی مضامین لے کے آتے تھے۔ اگر ان کی کسی بات یا دلیل کی مجھے سمجھ نہیں آئی یا اگر آئی اور میں نے ردّ کر دیا یا مزید تحقیق کے لیے کہا تو کامل شرح سے اسے تسلیم کیا۔ گویا کہ خلافت کے فدائی اور سلطان نصیر تھے۔

اسامہ عبدالعظیم صاحب لکھتے ہیں کہ فتحی عبدالسلام صاحب بہت بڑے عالم تھے۔ عمر میں بھی بڑے ہونے کے باوجود بہت عاجز انسان تھے۔ ہم میں سے سب سے چھوٹے کے ساتھ بھی بڑے ادب سے پیش آتے اور اس کا مشورہ قبول کرتے تھے۔ بہت وسیع حوصلے کے مالک تھے۔ اگر کسی سے کوئی زیادتی ہو جاتی تو سب کے سامنے بڑے انکسار کے ساتھ اس سے معذرت کرتے اور اس کا سر چومتے۔ مرحوم کو اسلام سے بہت محبت تھی اور احمدی نوجوانوں کو جماعت کے ایسے خادم اور سپاہی بنانا چاہتے تھے جن میں علم بھی ہو اور روحانیت بھی۔ رات دیر تک ہمیں نصیحت کرتے اور جماعتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے۔ کہتے ہیں کہ بہت حلیم تھے۔ اگر کوئی آپ سے اکھڑ پن سے بات کرتا تو بھی اس کا جواب سختی سے نہ دیتے تھے۔ میرے علم میں بھی ہے۔ بعض لوگوں نے ان کو سخت تکلیف بھی پہنچائی۔ ان سے سخت رویہ اختیار کیا لیکن اگر وقتی طور پر کسی وجہ سے ان کے منہ سے، فتحی صاحب کے منہ سے کوئی سخت لفظ نکل بھی گیا تو پھر معافی بھی مانگی اور بعض دفعہ مجھے بھی لکھ دیتے تھے کہ میں نے اس شخص سے فلاں بات کی ہے اور اس سے معافی بھی مانگ لی ہے۔ تو یہ حوصلہ کم لوگوں میں ہی ہوتا ہے۔

تمیم صاحب لکھتے ہیں کہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اسلام میں کوئی کام خلافت کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے وہ مختلف خیالات کی طرف مائل کرنا نہیں بلکہ ہمیں خلیفہ کی ضرورت ہے جو اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے اور خدائی راہنمائی کے نتیجہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ مرحوم ہمیشہ ہر اس بات کو چھوڑنے کے لیے تیار تھے جسے خلیفۂ وقت قبول نہیں کرتے تھے۔ کہتے ہیں حضور جب بھی آپ سے مل کر آتے ایک عجیب خوشی سے مخمور نظر آتے اور بڑے وجد اور محبت سے ملاقات اور اس میں ہونے والی باتوں کا تذکرہ کرتے۔ فلسطین سے ایک خاتون سماح صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں میں نے خواب میں دیکھا جو حقیقت لگتا تھا کہ میں اور میری بہن سحر بیٹھی ہیں اور اس نے مجھے کہا کہ اسے کسی نے بتایا ہے کہ ایک فرشتہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے احمدیوں کو گھیرے ہوئے تھا۔ جب فتحی صاحب آئے تو فرشتہ نے فتحی صاحب سے کہا کہ تم چنبیلی کا سب سے خوبصورت پھول ہو۔ اس پر میں اپنی بہن کو کہتی ہوں کہ فتحی صاحب کتنے پاک صاف ہیں۔

طاہر ندیم صاحب عربی ڈیسک کے ہیں، لکھتے ہیں کہ ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ باوجود ایک بڑے عالم ہونے کے وہ شخص عاجزی کا پتلا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے ایسا والہانہ لگاؤ اور عشق تھا کہ براہین احمدیہ کو انہوں نے نہ جانے کتنی مرتبہ پڑھا اور اس کے نئے نئے مطالب نکال کر پیش کرتے رہتے تھے۔ اس پر انہوں نے کئی پروگرامز بھی ریکارڈ کروائے۔

جلسہ کی بھی رونق تھے۔ ہم سارے جانتے ہیں۔ بڑی پُرزور آواز تھی اور آخری دن بڑے پُرجوش نعرے بھی لگایا کرتے تھے۔ ان کے نعروں میں بھی ایک جوش ہوتا تھا اور لگتا تھا دل سے آواز پھوٹ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی دعائیں جو ہیں بچوں کے لیے وہ بھی قبول فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ جو خلیل احمد صاحب مبشر سابق مبلغ انچارج کینیڈا اور سابق امیر و مشنری انچارج سیرالیون کی اہلیہ تھیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ خلیل صاحب لکھتے ہیں کہ میری اہلیہ رضیہ بیگم میدانِ تبلیغ کے طویل عرصہ کے دوران اپنے واقف زندگی خاوند کے ساتھ شانہ بشانہ صبر جوش اور ولولے کے ساتھ خدمت سلسلہ کی توفیق پاتی رہیں۔ افریقہ میں خصوصیت سے آپ کو بھرپور انداز میں مہمان نوازی اور خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ کبھی بے جا مطالبہ نہیں کیا اور ہر حال میں صبر و شکر کے ساتھ وقف زندگی خاوند کے ساتھ مل کر خدمت دین کی توفیق پائی۔ مرحومہ عبادات میں باقاعدہ تھیں۔ صدقہ اور مالی قربانی میں دلی شغف اور جوش کے ساتھ حصہ لیتیں۔ وفات سے قبل تمام چندہ جات کی ادائیگی کو مکمل کیا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں باقی آگے ان کی نسلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر محترمہ سائرہ سلطان صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کو اللہ کے فضل سے لجنہ پاکستان میں مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی اور خدمتِ خلق کے شعبہ میں خاص طور پر ان کو خدمت کی زیادہ توفیق ملی۔ ان کے میاں ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت اور خلافت کی وفادار تھیں۔ اس بات پر بہت خوش تھیں کہ ہمارا گھر مسجد مبارک کے قریب ہے۔ جب ان کی شادی ہوئی تو اس وقت ان کی ساس صاحبہ تو وفات پا چکی تھیں ان کے سسر مولانا دوست محمد شاہد صاحب حیات تھے۔ ان کی ہمیشہ بیٹیوں کی طرح خدمت کی اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھا۔ ان کے پاس مختلف ممالک سے آنے والے مہمان جو دن کے کسی بھی حصہ میں آتے تھے ان کی مہمان نوازی بھرپور طریق پر کرتی تھیں۔ ایک واقف زندگی کی بہو ہونے کا انہوں نے حق ادا کر دیا۔ نہایت درجہ غریب پرور تھیں اور اس معاملہ میں ان کا ہاتھ بہت کھلا تھا حتیٰ کہ کبھی کبھی مقروض بھی ہو جایا کرتی تھیں۔ بعض اوقات اپنا زیور بھی بیچا لیکن غریبوں کی ہر لحاظ سے مدد کی۔ چندہ جات میں باقاعدہ تھیں۔ موصیہ تھیں۔ زیور بیچ کے بھی انہوں نے اپنے بعض چندے ادا کیے۔ بعض تحریکات میں زیور دیا۔ نہ صرف اپنا بلکہ اپنے مرحوم والدین کی طرف سے بھی چندہ ضرور دیتی تھیں۔ بہت نفاست پسند تھیں۔ دعاگو تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ تہجد گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے اور ان کے بچے جو دو بیٹے ہیں ان کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان بچوں کو بھی اور ڈاکٹر صاحب کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرمہ عضون المعضّمانی صاحبہ کا ہے۔ یہ سیریا کی ہیں جو آج کل ترکی میں تھیں۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں میں انتالیس سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ لمبے عرصہ سے بیمار تھیں۔ اللہ کے فضل سے مرحومہ موصیہ بھی تھیں۔ ترکی کے صدر جماعت اور مربی سلسلہ صادق بٹ صاحب لکھتے ہیں کہ 2015ء میں سیریا سے ہجرت کر کے ترکی آئی تھیں۔ 2016ء میں ان کا تقرر بطور صدر لجنہ اسکندرون ہوا اور تادم آخر بطور صدر لجنہ خدمت بجالاتی رہیں۔ کافی عرصہ سے بیمار تھیں اور صاحبِ فراش تھیں تاہم اس بیماری کی حالت میں بھی ہمہ وقت خدمت دین میں مصروف رہتیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ مختلف فورمز پر تبلیغ کرتی رہتی تھیں۔ نیز سیرین احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ بڑی ہردلعزیز تھیں۔ سچی ہمدرد اور سب کی خیرخواہ تھیں۔ بعض اَور خواتین نے بھی مجھے لکھا ہے اور انہوں نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

ان سب کے جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 27 جولائی تا 12 اگست 2021ء سالانہ نمبر صفحہ 13-17)

☆...☆...☆

ایڈیٹر کے نام خطوط

☆ ڈاکٹر نصیر احمد طاہر، نیوپورٹ شہر ساؤتھ ویلز یو کے سے لکھتے ہیں:

میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں (مسیح موعودؑ) یہ اسی حبل اللہ اور نبی سے خلفاء کے ایک ہی خدا تعالی کے دیئے موقف میں سچائی ہے للکار ہے، اور خدا تعالی کی تائید سے بولی آواز ہے، کہ سچ ہے، اور یہ سچ اللہ تعالی کا راستہ ہے۔ اس سے بڑھ کر حضرت امیرالمومنین خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کی بار ہا دعا دینے کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ تم ظلم کی راہ پہ ہو مگر ہم دعا کی راہ پہ ہیں۔ مجھے یہ مضمون بہت اچھا لگا۔ مگر میں نے ایک اور تناظر میں بھی اسکو پڑھا، اور حیرت ہوئی، جو سن کر سکو ہو گی۔

جسطرح سوشل میڈیا پہ لطیفہ تھا کہ نماز روزہ نہیں مگر افطاری بھی نہ کروں تو کیا میں کافر ہو جاوٴں، والا لطیفہ عید سے متصل دنوں میں ایک اور پیرائے میں دیکھا۔۔ مختلف پاکستانی چینلز کے اینکر پرسن بہتر سے بہتر ریٹنگ کے لیئے لوگوں سے سڑکوں پہ سوال پوچھ رہے ہیں۔، ایک نے پوچھا کہ قربانی دیں گے؟ تو ہر ایک کا جواب تھا کہ ضرور دینگے۔۔ کسی نے کہا ہم مسلمان ہیں اس لئے ضرور دینگے۔ کسی نے تعجب سے الٹا سوال کیا کہ کیا ہم مسلمان نہیں؟ تو اینکر پرسن نے ہر ایک سے سوال کیا کہ یہ قربانی کی عید کس پیغمبر علیہ السلام سے منسوب ہے؟ اور یہ جواب کسی ایک کو نہیں آیا۔

ایک اور اینکر پرسن نے پوچھا عید کی نماز پڑھیں گے؟ تو ہر ایک کا اسی طرح جواب تھا۔ کیوں نہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں، تو اینکر پرسن سے ہر ایک سے سوال کیا کہ نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟ یا کتنی تکبیرات ہیں؟۔ جواب کسی کو پتہ نہیں تھا۔۔

تو میرے ذہن میں فوری ایک ہی بات آئی کہ کلمہ نہیں آئے نماز کا پتہ نہیں، اسلامی شعار کا پتہ نہیں۔ اور مسلماں ہونے کی انکے پاس ایک ہی کنجی یا سند ہے۔ کہ احمدی کو مسلماں نہ ماننا، اور جتنی کسی کی مذہبی حیثیت ظاہر کرنی ہے، اتنی نفرت احمدی سے، یا جماعت احمدیہ سے ظاہر کرنا ہی، مسلمان ہونے کی سند ہے۔

پھر بھی دعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت دے، اور زمینی خداوٴں کی بجائے حقیقی خدا کو تلاش کریں۔ اور خدا تعالیٰ کے فرستادہ، کو مان کر امن اور راستی کے سائبان تلے آ جائیں۔ آمین اللھم آمین

☆ مکرمہ بشریٰ نذیر آفتاب۔ کینیڈا سے لکھتی ہیں۔

''کتاب، تعلیم کی تیاری'' جسے قسط وار احبابِ جماعت کی تعلیم و تربیّت کے لئے شائع کیا جارہا ہے اور اب تک اس کی چار اقساط روز نامہ الفضل آن لائن کی زینت بن چکی ہیں۔ لاریب یہ بہت ہی مفید سلسلہ ہے۔ لجنہ کے ماہانہ اجلاس اور تعلیمی و تربیّتی کلاسسز کے لئے ملفوظات اسی ادارے سے مل جاتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خاکسار حضرت مسیحِ موعودؑ کی ان روح پرور اور معرکۃ آرا اور قیمتی نصائح و بابرکت ارشادات کو پرنٹ کر کے فائل میں لگا رہی ہے۔ تا کہ عندالضرورت استفادہ کیا جاسکے۔ کینیڈا رقبے کے لحاظ دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے یہاں چھ ٹائم زون ہیں۔ ہمارے سسکاٹون کے وقت کے مطابق شام پانچ بجے روز نامہ الفضل آن لائنکا تازہ شمارہ مل جاتا ہے جو ہمارے رات کے کھانے کا لطف دوبالا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالی الفضل کی تمام ٹیم کو اپنی حفاظت میں رکھے سب کی صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

☆ ایک اور مکتوب میں مکرمہ بشریٰ نذیر آفتاب مزید تحریر کرتی ہیں۔

الحمد للہ روز نامہ الفضل آن لائن کا ہر پرچہ ہی ازدیادِ علم و ایمان کا باعث ہوتا ہے۔ 29 جولائی کے پرچے میں ''سلسلہ کی اولاد واقفینِ زندگی'' بہت پسند آیا۔ قرآنِ کریم کی دعائیہ آیات، حضور ﷺ، حضرت بانی جماعت احمدیہ اور خلفاء احمدیّت کی واقفینِ دین اور واقفینِ زندگی کے حق میں دعاوٴں نے اس آرٹیکل کو چار چاند لگا دیئے۔ واقفینِ زندگی کے حقیقی مقام کا ادراک تو ہمیں حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام اور آپؑ کے خلفا کے ذریعہ ہی ہوا ہے۔ اس نے مجھے میرا بچپن اور اُسسے جڑی خوشگوار یادیں یاد دلا دیں۔ ہمارے گاوٴں میں جب بھی مرّبیان، مبلّغینِ کرام، معلّمین یا جماعتی رضا کاروں میں سے کوئی بھی جماعتی دورہ جات پر آتے تو ہم بچوں کی خوشی دیدنی ہوتی۔ میری امّی جان ناصرہ صدیقہ صاحبہ ہمیشہ ان کی تواضع اچھے اچھے کھانے پکا کر کرتیں میری امی جان بڑے شوق سے واقفینِ زندگی کا کھانا پکاتیں اور زیرِلب درود شریف پڑھتی جاتیں۔ اسی طرح میرے ابوجان نذیر احمد خادم صاحب کہتے کہ مہمانوں کے لئے نئے اور آرام دہ لحاف نکالو۔ اس طرح سے میرے والدین نے اپنے عملی نمونہ سے واقفینِ زندگی کا اکرام واحترام ہمارے دلوں میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا میں بسنے والے واقفینِ زندگی کی خدماتِ دینیہ کو قبول ومنظور فرمائے اور سب کو خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حقیقی سلطانِ نصیر بنائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ الفضل کی تمام ٹیم کو اپنی حفاظت میں رکھے سب کی صحت وعمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

☆ مکرمہ فوزیہ گل۔ انڈیا سے تحریر کرتی ہیں۔

اخبار الفضل آن لائن میں ایڈیٹر کے نام خطوط سے لوگوں کی اس اخبار سے گہری محبت عیاں ہوتی ہے۔ الفضل ٹیم کی کوشش اور محنت بے مثال ہے۔ اخبار سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ دن میں مصروفیت کی وجہ سے اگر کچھ حصہ اخبار کا پڑھنے سے رہ جاتا ہے تو پوری کوشش ہوتی ہے کہ بعد میں مکمل کر لیں۔ ''سورتوں کا تعارف'' اور ''سلسلہ کی اولاد۔ واقفین زندگی'' مضامین بہت اچھے لگے۔ مضامین تو روزانہ ہی متاثر کرتے ہیں لیکن روز خط لکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ دعا کریں اخبار کی اہمیت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے والی لجنات تیار کر سکیں۔ جو صحیح رنگ میں دین کی خدمت اور اس کی محبت سے سرشار ہوں۔

☆ ایک اور مکتوب میں مکرمہ فوزیہ گل مزید تحریر کرتی ہیں:

جلسہ سالانہ کا پروگرام ارسال کرنے کے لئے جزاکم اللہ

جماعت کے ہر فرد کو ان لمحات کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے۔ نیز ہم سب کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس پیغام کو پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

☆ مکرمہ بشریٰ ارشد (والدہ) مکرم کامران ارشد شہید کینیڈا سے لکھتی ہیں:

الفضل روزانہ پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے روزانہ ہی کوئی نیا عنوان، Topic، نیا مضمون پڑھنے کو ملتا ہے۔ جس طرح کسی دعوت پر کھانے سے قبل مزیدار Appetiser مل جائے تو وہ اتنا کھا لیا جاتا ہے کہ بعد میں مزید کھانے کی ضرورت کم ہی رہتی ہے یہی کیفیت الفضل کی ہے۔ دل کی گہرائیوں سے پوری ٹیم کے لئے دعا نکلتی ہے۔ اللہ ہماری عاجزانہ دعائیں آپ تمام کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین۔

☆ مکرمہ حمدہ ماہم۔ کینیڈا سے لکھتی ہیں کہ:

میں آپ کی تمام ٹیم کی اس کے اعلیٰ اور قابل تعریف کام کی حوصلہ افزائی کرتی ہوں۔ وہ تمام وقف کی روح کو مدنظر رکھ کر بہت ہی معلوماتی stuff (مواد) مہیا کرتے ہیں جو ہمارے ایمان کو جلا بخشتا ہے۔

آوٴ! اردو سیکھیں۔ بھی بہت مددگار ثابت ہو رہا ہے۔ میرے بچے اس سے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اللہ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

درخواستِ دعا

☆ مکرم محمد زاہد جرمنی سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

خاکسارمئی سے بیمار ہے اور ہسپتال میں داخل رہا ہے دونوں بازوؤں کے پٹھوں میں درد ہے۔ڈاکٹروں نے انفیکشن بتائی ہے اب دایاں بازو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہتر ہے تاہم بایاں بازو زیادہ متاثر ہے ابھی بھی علاج جاری ہے۔احباب جماعت سے مکمل شفا یابی کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

☆ مکرم مطہر احمد طاہر، جرمنی سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

خاکسار کے والدمحترم منورعلی شاہد صاحب چند ماہ سے کھانسی کے عارضہ میں مبتلا ہیں، گزشتہ روز اچانک کھانسی کی شدت میں اضافہ کے باعث مقامی ہسپتال میں لے جانا پڑا جہاں اب زیر علاج ہیں۔ احباب جماعت سے ان کی جلد کامل شفایابی اور درازعمری کے لیے دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔

جنت کا دروازہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی غیرمعمولی توفیق اور ہمت بخشی۔

(بخاری)

پھر فرمایا۔

جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ’’باب الصدقہ‘‘ ہے جہاں سے صدقہ وخیرات کرنے والے داخل ہوں گے۔

(مسلم)

آج کی دعا

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (الفاتحہ:6)

ترجمہ:ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔

یہ قرآنِ مجید کی حصولِ ہدایت کی عظیم الشان دعا ہے۔

یہ مبارک آیت سورۃ فاتحہ کی ہے۔اِھْدِنَا کے پیارے لفظ میں انسان خدا سے التجاء کرتا ہے کہ اے میرے اللہ! مجھے صرف سیدھا راستہ دکھانا ہی نہیں بلکہ مجھے اس پر چلانا بھی اور پھر منزل تک پہنچانا بھی۔یہ مبارک دعا ہم روزانہ کی نمازوں میں درجنوں مرتبہ کرتے ہیں،اور خدا سے نیکی کے راستے کی طلب کرتے ہیں۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تمام مسلم امۃ کی ہدایت کے لئے مسلسل دعاؤں کی تحریک فرمارہے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

پھر مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے ہمیشہ ہدایت پر رہنے اور ہدایت قبول کرنے کی دعائیں بھی سکھائیں لیکن اس کے باوجود اس وقت تک پانچ سات فیصد لوگوں کو ہی زمانے کے امام کو پہچاننے کی توفیق ملی۔ باوجود اس کے کہ مسلمان اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا اپنی نمازوں میں کئی بار پڑھتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ قرآنِ کریم کی پیشگوئیاں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں اور ارشادات سامنے ہیں، مسلمانوں کی اکثریت اس امام کو جو زمانے کا امام ہے، ماننے سے انکاری ہے۔ اور نہ صرف ماننے سے انکاری ہے بلکہ تکذیب پر شدت سے زور دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سعید فطرت غیر مسلموں بلکہ لامذہبوں اور اس سے بھی بڑھ کر خدا تعالیٰ کو نہ ماننے والوں کو بھی ہدایت عطا فرما رہا ہے، ہدایت کے راستوں کی طرف رہنمائی فرمارہا ہے۔ اور ان لوگوں میں سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے نام نہاد اور مفاد پرست مُلّاؤں کے پیچھے چل کر بعض جگہ مسلمان کہلانے والوں نے امام الزمان کی دشمنی کی انتہا کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اِن لوگوں کو عقل دے۔ علماء جو نام نہاد علماء ہیں وہ تو ایسے حال پر پہنچے ہوئے ہیں کہ لگتا ہے اُن کے لئے بظاہر اصلاح کے سب ذریعے بند ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو معصومیت میں یا اپنے خیال میں عشقِ رسول میں اِن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ صحیح راستوں کی طرف ہدایت عطا فرمائے تا کہ وہ امام کو پہچانیں۔ اور جو دشمنی وہ اس زمانہ کے امام سے کر رہے ہیں، جس کی بعض جگہوں پر انتہائی حدوں کو چھوا جا رہا ہے، اُس سے وہ باز آجائیں اور اپنی عاقبت سنوارنے والے بن جائیں۔ کاش اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا مسلمانوں کے دل کی آواز بن کر نکلے اور مسلم اُمّت اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بنے۔ اور دنیا اِن کو بھی عزت اور تکریم کی نظر سے دیکھنے والی ہو۔

(خطبہ جمعہ 17 جون 2011ء)

مرسلہ:مریم رحمٰن

چھوٹی مگر سبق آموز بات

مومنوں کی دوقسم کی زندگی

’’مومنوں کو دوقسم کی زندگی بسر کرنے کا حکم ہے ۔ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ وہ علانیہ کی جاویں اور اس سے یہ غرض ہے کہ تا اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی تحریک ہو اور وہ بھی کریں۔جماعت نماز علانیہ ہی ہے اور اس سے غرض یہی ہے کہ تا دوسروں کو تحریک ہو اور وہ بھی پڑھیں۔اور سِرًّا اس لیے کہ یہ مخلصین کی نشانی ہے جیسے تہجد کی نماز ہے۔ یہاں تک بھی سِرًّا نیکی کرنے والے ہوتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے خیرات کرے اور دوسرے کو علم نہ ہو۔‘‘

(حضرت مسیح موعودؑ از ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 388-389)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

09اگست2021ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:35	18:55
مدینہ منورہ	04:29	19:00
قادیان	04:19	19:18
ربوہ	03:59	18:58
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:11	20:36